عمر فاروق

عالمی دہشت گرد کے خلاف مولانا فضل الرحمن کا اعلان جہاد

پاکستان میں آج کل افغانستان پر ممکنہ امریکی حملے کے خلاف عوام متحد اور یک آواز ہو کر اپنے جوش و جذبات کا شدت سے اظہار کر رہے ہیں۔ پاکستانیوں میں امریکہ دشمنی کی اس شدید لہر نے جہاں امریکی سامراج کو بوکھلا کر رکھ دیا ہے وہاں امریکہ نواز بزدل حلقے اپنے اپنے بلوں میں گھس کر عوامی جذبات کے بر عکس امریکہ کی تائید میں کاغذی بیان داغ رہے ہیں۔ تاکہ ان کا نام امریکہ کی گڈ بک میں سلامت رہے۔ یہ کیسی عوامی نمائندگی کے مدعی ہیں کہ پوری قوم عالمی دہشت گرد امریکہ کی جارحیت کی مذمت میں سڑکوں پر نکل آئی ہے اور یہ امریکی غلام عوام کی ترجمانی کی بجائے عوام دشمنی کا مظاہرہ کر رہے ہیں۔ ہونا تو یوں چاہیے تھا کہ وہ عوام کی نمائندگی کرتے ہوئے امریکہ پر واضح کرتے کہ وہ جس قوم کے نمائندے ہیں وہ قوم جارحیت کو ناپسند اور مسترد کرتی ہے اور وہ اس کڑے وقت میں امریکہ کی بجائے قوم کے ساتھ کھڑے ہوتے۔ لیکن اقتدار تو ایسی ظالم شے ہے کہ جو بہن سے بھائی کا رشتہ تڑوا دیتا ہے اور سگی ماں کو خود ساختہ جلاوطنی، نظر بندی اور زبان بندی کی پابندیوں میں جکڑ دیتا ہے۔

ہماری مذہبی جماعتوں نے خطے کی نازک ترین صورتحال میں جو راستہ اختیار کیا ہے۔ اسے مکمل عوامی حمایت اور تاریخی پذیرائی حاصل ہوئی ہے۔ یہ کریڈٹ مذہبی جماعتوں اور ان کے رہنماؤں کو ہی جاتا ہے کہ انہوں نے بروقت عوامی احساسات کی نبض پر ہاتھ رکھا۔ ان کی بھرپور ترجمانی کی اور امریکہ کی دشمنی مول لی۔ جب کہ ہمارے نام نہاد سیاسی قائدین ابھی تک مصلحت پسندی اور منافقت بھری پالیسی سے چمٹے ہوئے ہیں۔ مذہبی جماعتوں نے ثابت کردیا ہے کہ اگر وہ وقتی مفاد اور گروہی سیاست کو جھٹک کر خالصتاً دین کو مقدم رکھیں تو شہرت و مقبولیت خود بخود قدموں میں آکر ڈھیر ہوجاتی ہے۔ جس کے لئے ایک زمانہ ٹھوکریں کھارہا ہے۔

بے نظیر بھٹو کا یہ بیان قابل غور ہے کہ ''اب تو مذہبی جماعتوں کے سر براہ کھلے عام پاکستان کے دارالحکومت میں آکر بڑے بڑے جلسوں میں امریکی اور برطانوی سفارت کاروں اور شہریوں کو قتل کی دھمکیاں دینے لگے ہیں۔ وہ شدت پسند مذہبی جماعتیں جن کا ان کے دور میں نام ونشان مٹ گیا تھا۔ ایک بھرپور طریقے سے عوام میں مقبول ہو گئی ہیں اور ان کا بنیادی نعرہ امریکی اور برطانوی شہریوں کے خلاف اعلان جہاد ہے اور یہ شدت پسند مذہبی جماعتیں امریکہ کے لئے بہت بڑا خطرہ بن چکی ہیں۔'' درحقیقت بے نظیر بھٹو کا یہ بیان خصوصی طور پر مولانا فضل الرحمن کے امریکی سامراج کے خلاف مضبوط مؤقف اختیار کرنے کی مذمت میں ہے۔ جنہیں بے نظیر اب گمنام کہتی ہیں حالانکہ وہی مولانا فضل الرحمن پیپلز پارٹی کے سابقہ حلیف اور

انہی کی طرف سے امور خارجہ کی کمیٹی کی سربراہی بھی تو کرتے رہے ہیں۔ مولانا سے ہمیں سیاسی اختلاف ہو سکتا ہے۔ لیکن امریکہ کے خلاف ان کی جرأت رندانہ پر ہم ان کے متعرف ہیں۔ انہوں نے کھلم کھلا جس بیباکی اور جوانمردی کا مظاہرہ کیا ہے۔ وہ وقت کا ناگزیر تقاضا ہے اور اسکی داد انہیں دنیا بھر سے مل رہی ہے۔

مولانا نے امریکی دہشت گردی کے خلاف جو مؤقف اختیار کر لیا ہے مجلس احرار اسلام گزشتہ دس برس سے اسی مؤقف کو دھرا رہی ہے۔ احرار رہنماؤں نے مسلسل اس مؤقف کا اظہار کیا کہ مستقبل کا سب سے اہم موضوع امریکہ کی دہشت گردی ہے اور مذہبی جماعتوں کو ایک ہمارا مؤقف اختیار پڑے گا۔ الحمدللہ مولانا فضل الرحمن نے جرأت کا مظاہرہ کرتے ہوئے حالات کا رخ پلٹ دیا ہے اور دینی جماتوں کی مستقبل میں جدوجہد کی سمت متعین کردی ہے۔

پیپلز پارٹی کی قائد امریکہ اور برطانیہ کو مذہبی قوتوں سے خائف کر کے اپنے اقتدار کی راہ تو ہموار کرنا چاہتی ہیں۔ مگر انہیں یہ بات عملاً یاد نہیں رہی کہ انکی اقتدار سے معزولی کا ایک سبب اسلامی شعائر کی تضحیک کرنا بھی تھا جس کا مظاہرہ وہ اب بھی کر رہی ہیں۔ اسی روش بد پر قدرت نے انہیں دربدر ہونے کی سزا دی۔ انہوں نے اسلامی سزاؤں کو وحشیانہ سزائیں کہا۔ توہین رسالت کے مرتکب مجرموں کو ملک سے بحفاظت فرار کرایا۔ جب مارچ ۱۹۹۶ء میں امریکی محکمہ خارجہ نے حکومت پاکستان سے مطالبہ کیا تھا کہ "پاکستان میں مذہبی قوانین اشتعال انگیز ہیں توہین رسالت سمیت تمام قوانین کو کالعدم قرار دیا جائے۔" تو پیپلز پارٹی کی حکومت نے یہ مؤقف اختیار کیا کہ "ایوان میں اسے دو تہائی اکثریت حاصل نہیں ہے۔ اس لئے وہ توہین رسالت کے قانون کو منسوخ نہیں کر سکتی۔ جس کا مطلب یہ تھا کہ اگر حکومت کے پاس دو تہائی اکثریت ہوتی تو وہ توہین رسالت کے قانون کو منسوخ کردیتی۔ جب کہ خود بے نظیر بھٹو نے ہیومن رائٹس سب کمیٹی اور امریکہ کی نائب سیکرٹری وزارت خارجہ کو یہ یقین دلایا تھا کہ "وہ ۲۹۵ سی کو ختم کرانے کی کوشش کریں گی۔"

امریکی شہریوں کے خلاف مذہبی جماعتوں کی دھمکی بلاجواز نہیں ہے۔ کوسوو، بوسنیا، الجزائر، مصر، ترکی، عراق، کشمیر، فلپائن، سوڈان، لیبیا اور افغانستان میں اگر امریکہ کے ایک اشارے پر لاکھوں بے گناہ اور نہتے شہری موت کے گھاٹ اتارے جا سکتے ہیں تو امریکہ کے ظلم و تشدد پر اس کے خلاف اعلانِ جہاد کیوں نہیں کیا جاسکتا؟ کیا صرف اس لیے کہ وہ ہمارے حکمرانوں اور حزب اختلاف والوں کا سرپرست ہے؟ امریکہ اور اس کے حلیف ملکوں پر یہ واضح کر دینے کے لیے ہی اعلانِ جہاد کیا گیا ہے کہ پاکستان میں امریکی غلاموں کی تعداد ایک فیصد سے زیادہ نہیں ہے۔ بقیہ 99% فیصد یعنی چودہ کروڑ عوام امریکہ کو عالمی دہشت گرد اور غنڈہ سمجھتے ہیں۔ اور اس کے جارحانہ اور ظالمانہ عزائم کے خلاف اٹھ کھڑے ہوئے ہیں یہی تو مسلمان مجاہد کی شان ہے کہ جب وہ اپنے دین کے دشمنوں کے خلاف معرکہ آراء ہوتا ہے تو پھر وہ یہ نہیں دیکھتا کہ اس کا

مقابل کتنا طاقت ور ہے؟ بلکہ وہ محض ایمان و یقین کی ناقابلِ شکست طاقت کے سہارے دشمن سے بھڑ جاتا ہے چاہے دنیا اسے بنیاد پرست کہے یا شدت پسند اسے اس کی پرواہ نہیں ہوتی کیونکہ اس کا صلہ تو رب کریم کے پاس ہوتا ہے جو اپنے نام لیواؤں کے لیے سخی و کریم اور اپنے دشمنوں کے لیے جبار و قہار ہے اور جس کی قوت و جبروت کا اندازہ کسی کے بس میں کہاں ہے۔

واردات

اجاڑ موسم

یہ کاری رتیاں

یہ بجھتی گھڑیاں

اداس لمحے

میں سوچتا ہوں کٹیں گی کیسے یہ میری رتیاں

سناؤں کس کو میں اپنی بتیاں

کہ کوئی من موہنا نہیں ہے

☆

سید عطاء المحسن بخاری
۲۸ اگست ۱۹۹۹ء ملتان

اسلام اور مرزائیت

تالیف: حضرت مولانا عتیق الرحمٰن آروی رحمہ اللہ

ایک اہم کتاب جو ایک عرصہ سے نایاب تھی اسلام اور مرزائیت کا تقابلی مطالعہ

صفحات: ۵۶، قیمت: ۲۰ روپے

بخاری اکیڈمی دار بنی ہاشم مہربان کالونی ملتان